قرآنی علوم و معارف

قسط ۳

ضرورتِ وحی

از افادات حضرت محقق العصر علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ
شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور
(ضبط و ترتیب ادارۃ الحق)

صحابہؓ کے ارواح رنگین تھے۔ اس لئے جب غیروں سے ٹکر ہوتی تو اسے پاش پاش کر کے رکھ دیتے ۔۔۔ اسلام کی ترقی کے دور میں ہمیں ایک واقعہ بھی خودکشی کا نہیں ملتا اور آج یورپ و امریکہ میں روزانہ یہ واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے ارواح میں حیات نہیں، یہ لوگ ناموافق ماحول اور غم و پریشانی کا مقابلہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے قرنِ اوّل کے باشندے اپنے ماحول اور حالات کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ اس لئے مسلمان مصائب کی چکّی میں پستا اور شدائد کے چکّر میں پھنستا پھر بھی مطمئن ہوتا ۔۔۔۔

امام غزالیؒ کی سرگردانی

امام غزالیؒ بغداد کے مدرسہ نظامیہ کے صدر مدرس تھے۔ درس میں طلبہ کے علاوہ تین سو علماء اور ایک سو تک امراء بھی شریک ہوتے تھے۔ لیکن غزالیؒ نے جب مراقبہ کیا تو عالم ہی اور پایا۔ سب کو چھوڑ کر جنگل کو نکل بھاگے۔ لوگوں نے تلاش شروع کی تو پھٹے پرانے کپڑوں میں جنگل میں انہیں صحرانوردی کرتے ہوئے پایا۔ کندھے پر چھاگل ہے اور بغل میں گدڑی۔ کسی نے عرض کیا کہ کیا بغداد کے مدرسہ کی صدارت اس سے بہتر نہ تھی۔ غزالیؒ نے متعجبانہ انداز میں کہا ؎

ترکت ھوی لیلیٰ وسعدی بمنزل
وعدت الی تصحیح اوّل منزل

مولانا بہاؤالدین بھی کیا خوب فرما گئے ہیں ـــ

امام غزالیؒ اس دورِ گوشہ نشینی کے بارہ میں خود کہتے ہیں۔ کہ میں دمشق کے ایک زاویہ میں گمنام پڑا رہتا۔ (یہ زاویہ آج تک زاویہ غزالیؒ کے نام سے مشہور ہے۔) اور فکر میں مشغول رہتا۔ جب تھک جاتا تو مسجدِ جامع میں آجاتا۔ اسی اثناء دمشق کے قاضی میری تصنیف کا درس دیا کرتے اور بعض مسائل میں میرا حوالہ دے کر کہتے کہ قال الغزالی کذا۔ (غزالی نے اس بارہ میں یہ کہا) میں بھی درس میں شرکت کرتا۔ اور انہیں علم تک نہ ہوتا کہ غزالی یہاں موجود ہے۔

امام نے احیاء العلوم بعد میں لکھی۔ امام فلسفی بھی رہے اور فقیہ بھی۔ اور علمی شان یہ کہ یورپ میں ان کے نام کے ہال بنے ہوئے ہیں۔ جن میں ان کی علوم و افکار و نظریات کی تعلیم دی جاتی ہے ـــ مگر امام غزالیؒ عارف باللہ اتنے طویل مجاہدوں کے بعد ہی ہوئے ـــ

علم فرض ہے۔ مگر یاد رکھئے کہ جس طرح طریقت بغیر شریعت کے گارے اور کاغذ کے پھول کی مانند ہے کہ رنگ تو ہو مگر خوشبو نہ ہو۔ یہی حال شریعت کا بغیر طریقت کے ہے۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ـــ

صد کتاب و صد ورق در نار کن　　　سینہ را از نورِ حق گلزار کن

۵ـــ دلیل برہان تلطیفی

لطافت و کثافت دو متضاد چیزیں ہیں۔ کائنات کا فلسفہ ہے۔ کہ جو چیز جس قدر لطیف ہوگی، اتنی ہی قوی ہوگی۔ اور اس میں طاقت زیادہ ہوگی۔ اور جو جس قدر کثیف ہو وہ اتنی ہی کمزور ہوگی۔ جو چیز عام طور پر مادہ اور رویت سے بعید ہے وہ لطیف ہے۔ اور جو قریب ہو وہ کثیف ہے۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ لطیف اشیاء کا مادہ نہ ہو۔ مثلاً فرض کریں کہ زمین کثیف اور ہوا لطیف ہے۔ ہوا نظر نہیں آتی اور زمین نظر آتی ہے۔ مگر مادہ دونوں کا موجود ہے۔ لیکن زمین کا مادہ سے جتنا تعلق ہے۔ اتنا ہوا کا نہیں۔ اور قریب نہ ہونے کی بڑی دلیل اس کا رویت سے غیر متعلق ہونا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ جو چیز دائرہ محسوسات میں ہے وہ کثیف ہے۔ اور جو اس سے باہر ہے، وہ لطیف ہے۔ موجودہ زمانہ میں طاقت کا مظہر سٹیم ہے۔ ریل کی مشین میں پانی ڈالا جاتا ہے۔

اور نیچے آگ جلائی جاتی ہے۔ اس سے بھاپ پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی سٹیم ہے۔ جو بوجھل اور بھاری ریل کو دوڑاتی ہے۔ اگر انجن میں صرف آگ یا پانی ہوتا تو اسے نہ دوڑا سکتی۔ ان دونوں کی ایک لطیف ترکیب سے سٹیم بنی —— خود انسان کا جسم کثیف اور روح لطیف ہے۔ جسم کی لطافت بھی روح کی وجہ سے ہے۔ اگر روح ختم ہو جائے اندر سے۔ تو وجود اور جسم سڑ جاتا ہے —— اور روح انسانیہ سے زیادہ ملائکہ قوی ہیں۔ ایک فرشتہ نے پر کی نوک سے قوم لوط کو زمین سمیت الٹ دیا تھا۔ اگر سارے انسان مل کر زمین کا وہ ٹکڑا سیدھا کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں۔

جامع صغیر میں علامہ سیوطی نے حدیث نقل کی ہے کہ قوۃ الملك کقوۃ الثقلین۔ (فرشتے کی طاقت جن والنس دونوں کی طاقت کے برابر ہے۔) —— یہ مثال اور برابری قوت صرف حدیث کی وجہ سے ہے۔ ورنہ ایک فرشتہ کی طاقت ابتدائے آفرینش سے لیکر وہ انتہائے عالم تمام ثقلین کی طاقت کے برابر ہے۔ تمام موجودات سے الطف ذات باری تعالیٰ ہے۔ کیونکہ فرشتے کبھی کبھار انسانی شکل میں متشکل ہو جاتے ہیں۔ جیسے حضرت مریم کے سامنے روح الامین ہوئے۔

یا جیسے کہ حضرت جبریل دحیۃ کلبی کی شکل میں حضور کے پاس حاضر ہوتے۔

اس قاعدہ تمہیدیہ کے بعد ہم کثیف اور لطیف اشیاء کے مضرات و منافع کا بیان کرتے ہیں۔ اسکی مثال جیسے زہر کی ہے۔ جو دراصل سفید رنگ اور چمکدار معدنی پتھر ہوتا ہے۔ جس کے کھانے سے حیوانات مرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں فطری یا مصنوعی دوا تریاق ہے۔ بعض سانپوں کے سر میں ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے۔ جو زہر مورہ کہلاتا ہے۔ اور تریاق کا کام دیتا ہے۔ بعض تریاقی دوائیں اطباء نے بھی تیار کی ہیں۔ بہرحال زہر و تریاق دونوں کثیف چیزیں ہیں۔ جن کا تجزیہ و تحلیل، رویت اور مسح ہو سکتا ہے۔ زہر میں مضرت پنہاں ہے۔ اور تریاق میں منفعت، اور دونوں مادی اشیاء ہیں۔

اس کے مقابلہ میں دو روحانی چیزیں جو لطیف بھی ہیں۔ اور غیر محسوس بھی یہ ایمان اور کفر ہے۔ اور دونوں قلب کی کیفیات باطنی ہیں۔

ایمان کی تعریف

اب جب ایمان کا ذکر آگیا ہے۔ تو مناسب ہے کہ ایمان کی تعریف بھی کر دوں —— بقول رازی :

هو التصديق بجميع ما جاء به النبي صلى الله عليه وسلم ضرورةً اجمالاً فيما علم اجمالاً وتفصيلاً فيما علم تفصيلاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن جن چیزوں کو لیکر آئے اسکی تصدیق ایمان ہے۔ جو اجمالاً معلوم ہوئیں۔ اس کا اجمالی اور جو تفصیلاً معلوم ہوئیں اس کی تفصیلی تصدیق۔

منیر نے انکوائری رپورٹ درباره مرزائیت میں یہ لکھا کہ "علماء پاکستان ایمان کی تعریف نہ کر سکے" ـــــ مقدمہ بہاولپور کے تاریخی مقدمہ میں جج محمد اکبر نے فیصلہ کرتے ہوئے قادیانیوں کو مرتد قرار دیا۔ اور انہوں نے فیصلہ کے ضمن میں لکھا کہ ایمان کی سب سے بہتر تعریف علامہ انور شاہ صاحب نے کی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس دور میں مختصر اور جامع تعریف یہی ہو سکتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کونسی تعریف تھی۔ فرمایا مختصر تعریف یہ ہے کہ پیغمبر کے باور پر بات ماننا اور اس میں عقل کو کوئی دخل نہ دینا۔ اور جنت بھی اسوقت ملتی ہے۔ جب خدا اور رسول پر پورا اعتماد ہو۔ تو حاصل یہ ہوا کہ ایمان موجبہ کلیہ ہے۔ اور اسکی نقیض سالبہ جزئیہ ہے۔ یعنی انکار بعض ضروریات دین بسبب کفر ہے۔ اس ضرورت میں ایک جزء دین بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے سب ضروریات دین پر یقین کا نام ایمان ہے۔ انکار یا بے یقینی یا بعض کا انکار کفر ہو گا۔ اور یہ دونوں کیفیات قلب کی ہیں ـــــ تو اب معلوم ہوا۔ کہ مادیات کا علم حواس و عقل سے متعلق ہوتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر امور کشفیہ کا تعلق علم، عقل اور تجربہ سے ہے۔ اور امور دینیہ کا تعلق علم وحی اور کلام الٰہی ہے۔

تریاق مزیل زہر ہے۔ اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ سم النار مہلک ہے۔ مگر کفر زہر باطنی ہے۔ اور ایمان تریاق ہے۔ ان امور کا علم و صفات کا علم کیسے حاصل ہو۔؟ وحی ہی کے ذریعہ سے یہ علم حاصل ہو سکتا ہے ـــــ علی ہذا القیاس طاعت و معصیت۔ یعنی ایمان اور طاعت کی منفعت۔ اور کفر و عصیان کی مضرت کا تعلق بھی محسوسات سے نہیں تو ان کا علم بھی وحی ہی سے ہو گا۔ سرچشمۂ علوم لطیفہ کا الطف الموجودات رب تعالیٰ ہے۔ اس لئے یہ اس سے متعلق ہیں۔ جسطرح روح تجربہ سے باہر ہے۔ اسطرح اس کے اوصاف یعنی ایمان و کفر بھی تجربہ سے بالاتر ہیں۔ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی۔

مادیات کی پیدائش کو قرآنی اصطلاح میں خلق اور روحانیات کی پیدائش کو امر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ الا لہ الخلق والامر (اس کے لئے خاص ہے خلق اور امر) قرآن اور وحی عالم امر کی چیزیں ہیں۔ اور قاعدہ ہے۔ کہ جو چیز جس سرچشمہ سے نکلی ہو اس کا علم بھی اسی سے ہوتا ہے۔ مثلاً روح اور اسکی صفات کا علم۔ اس کا سرچشمہ ذات ربی ہے۔ جبکہ خداوند کریم نے خواص مادیات کے لئے عقل اور تجربہ کا انتظام کیا اور خواص روحانی کے لئے انتظام اگر نہ فرماتے تو فیض الٰہی کے فیضان کے خلاف ہوتا۔ خدا نے جس کا کام فیضان ہے، احکامات واضح فرمائے۔ تاکہ بندہ نافع کو اختیار کرے اور مضرات سے بچے۔ تو مادیات کے خواص کیلئے طب جسمانی اور عقل و تجربہ کی

ضرورت اور روحانیات کیلئے طب روحانی اور وحی کی ضرورت ہے ـــــ وننزّل من القرآن ماھو شفاءٌ ورحمۃ للمومنین ۔ (ہم قرآن کی صورت وہ چیزیں اتارتے ہیں۔ جو مومنین کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔) عقائد باطلہ، اخلاق رذیلہ، اور اعمال سیئہ سے نجات حاصل کرنا شفاء اور ان کے متبادل عقائد حقہ، اخلاق حمیدہ اور اعمال صالح سے مزیّن ہونا رحمت باری تعالیٰ ہے جس کا ذکر آیت سابقہ میں ہے۔ قل بفضل اللہ وبرحمتہ ۔ جسکی تفسیر قرآن مجید سے کی گئی ہے ـــــ ولا یزید الظلمین الّا خسارا ۔ (اور ظالمین کو نہیں بڑھاتا مگر تباہی اور نقصان ۔) یعنی جو صاحب استعداد ہیں، ان کے لئے شفاء و رحمت ہے۔ اور جس میں جیسی ہی استعداد ہوگی ویسا ہی فیضان ہوگا۔

ایک شبہ اور اسکا ازالہ

اب سوال یہ ہے۔ کہ دو متضاد چیزیں کیسے حاصل ہوتی ہیں جبکہ ان کا مؤثر ایک ہی چیز ہے۔ یعنی قرآن کریم سے دو متضاد چیزیں کیسے حاصل ہورہی ہیں۔ کہ مضامین قرآن ایک کے لئے رحمت و شفاء اور دوسرے کے لئے باعث عذاب اور گمراہی ہوں ـــــ شیخ ابن سینا نے الہیات اشارات میں لکھا ہے کہ ایک فاعل کا فعل دو قابلین مختلفین میں دو متضاد اثر کرتا ہے۔ جیسے ضوء الشمس تبیّض ثوب القصّار ولیسوّد بدنہ[1] ۔ یہاں اثرات دو ہیں۔ کیونکہ قابلیت میں فرق تھا۔ اس لئے جو بھی قابلیّت تھی وہ ابھر آئی۔ ثوب میں قابلیّت تنوّر ہے۔ جو ضوء شمس سے ابھری اور قصار (دھوبی) میں قابلیّت تسوّد تھی وہ بھی ابھر آئی۔ اسی طرح وحی کا حال ہے۔

وحی مثل بارش ہے

اسکی دوسری مثال بارش سمجھیں۔ زمین میں گندم اور زقوم دونوں کا بیج ہے، باران رحمت ہوئی، باران کا کام حیات دینا ہے۔ اس نے اسی استعداد کو ابھارا جو بیج میں تھا۔ گندم کو گندم کی مناسب حیات بخشی اور زقوم کو اس کی مناسب حیات دی۔ اس میں باران کا قصور نہیں۔ خلاصہ یہ کہ عقل اور قرآن دونوں انسان کے لئے ضروری ہیں۔ عقل امور مادیہ کی مضرّت و منفعت میں تمیز کے لئے ضروری ہے۔ اور روحانی امور میں وحی کی ضرورت پہلی ضرورت سے بھی زیادہ ہے ـــــ حیات مادی حیات دنیویہ ہے۔ زہر کی تاثیر سے صرف حیات دنیویہ ختم ہوگی جو چند روزہ ہے۔ لیکن حیات ابدی کا نقصان بہت زیادہ ہے۔ اب خدا نے کم درجہ کی ضرورت کیلئے عقل کا انتظام فرمایا۔ لازمی تھا۔ کہ بڑے درجہ کی چیز کیلئے جو انتظام فرماتے وہ بھی بڑا ہوتا۔ سو وہ وحی اور کلام الٰہی کی شکل میں ہوا جسکے آغاز میں ھدیً للمتقین کہا گیا۔ اس میں سوال ہوتا ہے۔ کہ متقین کے لئے ہدایت تو بے معنی ہے۔ کیونکہ متقی تو پہلے (باقی صفحہ ۲۵ پر)

---

[1] یعنی سورج کہ جس سے دھوبی کے کپڑے سفید اور اس کا بدن سیاہ ہوتا ہے ـــــ (ادارہ)